اخبار اقبالیات

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

بلجیم میں بین الاقوامی اقبال مذاکرہ

گینٹ یونی ورسٹی کی نیم تاریک سماعت گاہ میں علامہ اقبال کے افکار و تصورات پر مقالات سنتے ہوئے، میرا ذہن بار بار "شکوہ" کے اس معروف شعر (خصوصاً اس کے اولیں مصرعے) کی طرف منتقل ہو رہا تھا:

دیں اذانیں کبھی، یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

برسلز (بلجیم) سے 56 کلومیٹر بہ جانب مغرب واقع شہر گینٹ (Gent) اگرچہ قرون وسطی میں شمالی یورپ کا دوسرا بڑا شہر اور معروف تجارتی مرکز رہا صدیوں پرانے بہت سے تاریخی گرجاؤں کی وجہ سے "کلیساؤں کا شہر" معلوم ہوتا ہے۔ اس خوبصورت شہر کی آبادی تقریباً دو لاکھ ہے۔ یونی ورسٹی کی یہ عمارت بھی، جہاں اقبال سمپوزیم منعقد ہو رہا تھا، کسی زمانے میں ایک مسیحی صومعہ (Monastry) کی عمارت تھی--- سماعت گاہ کا نیم تاریک ماحول، کچھ تو اس پس منظر اور کچھ آسمان پر گھرے ابر کا نتیجہ تھا--- اس ماحول میں جب مقالوں اور بحث و مباحثے میں فکر اقبال کا کوئی روشن نکتہ دل و دماغ پر دستک دیتا تو "شکوہ" کے متذکرہ بالا مصرعے کی طرف انتقال ذہن بالکل قدرتی تھا۔

علامہ اقبال سے یورپ کا اولین تعارف[1] "اسرار خودی" کے انگریزی ترجمے Secrets of the Self (ڈاکٹر نکلسن۔ 1920ء) کے ذریعے ہوا تھا۔ بعد ازاں متعدد یورپی زبانوں (انگریزی، جرمن، فرانسیسی، چیک، اطالوی اور روسی، وغیرہ) میں علامہ اقبال کے خطبات اور شاعری کے تراجم ہوئے۔ اس ضمن میں مادام ایوامیرووچ، پروفیسر بوزانی، پروفیسر آربری، وکٹر کرنن، ژاں ماریک اور پروفیسر این میری شمل کی خدمات نسبتاً زیادہ قابل قدر ہیں۔ سویڈش، رومانوی اور ہسپانوی زبانوں میں بھی تراجم اقبال شائع ہوئے ہیں۔ مزید برآں متعدد یورپی مصنفین نے اقبال کے فکر و فن پر قلم اٹھایا ہے، جیسے۔

اقبال صدی کے موقع پر یورپ کے بہت سے اقبال شناس، اقبال دوست اور مستشرق، پہلی عالمی اقبال کانگریس (لاہور، 2- 8 دسمبر 1977ء) میں شریک ہوئے۔ ان میں پروفیسر بوزانی، ڈاکٹر وتیو سالیرنو، پروفیسر بیورگل، پروفیسر ژاں ماریک، پروفیسر شیلامیک ڈونو، رالف رسل شامل تھے۔

اس موقع پر شائع ہونے والی بیسیوں کتب اقبالیات کے ذریعے، مطالعہ اقبال کا ایک رجحان پیدا ہوا اور وقت کے ساتھ، رفتہ رفتہ اس میں اضافہ ہوتا گیا۔ ہائیڈل برگ اور کیمبرج کی جامعات میں اقبال سے منسوب، مسندیں (Chairs) قائم ہوئیں۔ برمنگھم میں اقبال اکیڈمی یو کے قائم ہوئی۔ جس کے صدر ڈاکٹر سعید اختر درانی نے اپنے مضامین اور دیگر کاوشوں کے ذریعے یورپ خصوصاً برطانیہ میں اقبال شناسی کے لیے ایک سازگار فضا بنانے میں حصہ لیا۔ اس پس منظر میں کئی برس پہلے "اقبال فاؤنڈیشن یورپ" کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے قیام میں

جناب توحید احمد نے بہت فعال کردار ادا کیا۔ وہ ایک اقبال دوست سفارت کار ہیں اور آج کل سنگاپور میں پاکستان کے ہائی کمشنر ہیں۔ اس زمانے میں وہ برسلز کے پاکستانی سفارت خانے سے وابستہ تھے۔

برسلز' اقبال فاؤنڈیشن یورپ کا مرکز قرار پایا کیوں کہ گذشتہ دو تین عشروں میں اسے متعدد حوالوں سے یورپ کے مرکز ثقل کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ لندن' پیرس اور جنیوا کی نسبت اب برسلز میں زیادہ بین الاقوامی ادارے قائم ہیں۔ ناٹو اور یورپی برادری کی دیگر تنظیموں نے بھی برسلز ہی کو مرکز بنا لیا ہے۔ یورپ کے اقبال شناسوں میں پروفیسر شمل کا نام سرفہرست ہے' چنانچہ بجا طور پر وہ اقبال فاؤنڈیشن یورپ کی صدر قرار پائیں۔ لووین یونی ورسٹی کے پروفیسر فرمیولین اور ڈاکٹر سعید اختر درانی' نائب صدر مقرر ہوئے۔

قرطبہ کی بین الاقوامی اقبال کانفرنس (19- 21 نومبر 1991ء) کے موقع پر منعقدہ' فاؤنڈیشن کے مشاورتی اجلاس میں پاکستانی مندوبین کو بھی شریک ہونے کا موقع ملا تھا۔ اس میں اقبال لائبریری کے قیام' انگریزی میں کتابیات اقبال کی تیاری اور ایک اقبال کانفرنس کے انعقاد پر گفتگو ہوئی تھی۔-- فاؤنڈیشن کے مالی وسائل محدود یا معدوم تھے' اس لیے گذشتہ کئی برسوں میں صورت حال جوں کی توں رہی' اور اب کہیں آ کر حکومت پاکستان کی اعانت سے یہ ممکن ہوا کہ ایک عالمی اقبال سمپوزیم منعقد کیا جائے۔ Iqbal and the Modern Era(2) (اقبال اور عہد جدید) کے موضوع پر یہ سمپوزیم 18- 19 نومبر 1997ء کو گینٹ یونی ورسٹی میں منعقد ہوا اور اس میں حسب ذیل اصحاب شریک ہوئے۔

1- پروفیسر این میری شمل (Annenmarie Schimmel) (جرمنی)
2- جناب ریاض محمد خاں (سفیر پاکستان بلجیم)
3- پروفیسر جے سی بیور گل (J.C.Burgel)' (برن یونی ورسٹی' سوئٹزر لینڈ)
4- پروفیسر ژاں ماریک (Jan Marek' چارلس یونی ورسٹی' پراگ)
5- ڈاکٹر نتالیا پری گارینا (Natalia Prigarina' اورینٹل انسٹی ٹیوٹ' ماسکو)
6- پروفیسر وتیو سالیرنو (Vito Salierno' سائنٹی فک ہائی کالج' میلان' اٹلی)
7- ڈاکٹر سعید اختر درانی (صدر یو کے اقبال اکیڈمی' برمنگھم)
8- پروفیسر صبری تبریزی (ایڈنبرا یونی ورسٹی' سکاٹ لینڈ)
9- پروفیسر وان ٹونگرلو (Van Tongerloo' لووین یونی ورسٹی' بلجیم)
10- پروفیسر آربن فرمیولین (Urbain Vermeulen) (لووین یونی ورسٹی بلجیم)
11- محمد اکرام چغتائی (اردو سائنس بورڈ لاہور' پاکستان)
12- ڈاکٹر ایم اے تحسین فراقی (پنجاب یونی ورسٹی لاہور' پاکستان)
13- جناب محمد سہیل عمر (ناظم اقبال اکادمی پاکستان لاہور)
14- جناب خالد احمد (مدیر: فرائی ڈے ٹائمز لاہور)
15- ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی (پنجاب یونیورسٹی لاہور پاکستان)

پاکستان سے ڈاکٹر جاوید اقبال' ڈاکٹر وحید قریشی اور حکیم محمد سعید بھی مدعو تھے لیکن یہ حضرات اپنی دیگر مصروفیات کے سبب شریک نہ ہو سکے۔ اس طرح فرانس کے ڈاکٹر فرانسس لامان (Francis Lemand) صدر

ادارہ Islam and the west : اور مہتمم بین الاقوامی اقبال کانفرنس قرطبہ' 1991ء)' بلجیم کے پروفیسر ایمیلیوپلاٹی (Emilio Platti) اور ڈاکٹر کیلے واٹ (Callew aurt) کے نام بھی مقالہ نگاروں کی فہرست میں شامل تھے۔ بوجوہ تینوں اصحاب' سمپوزیم میں شریک نہیں ہو سکے۔ برطانیہ سے جناب عزیز الدین احمد اور جناب مصطفیٰ علی خاں بطور مبصر شریک ہوئے۔

18 نومبر کو صبح ساڑھے نو بجے گینٹ یونی ورسٹی کے فیکلٹی کلب میں کافی اور چائے پر ملاقاتوں اور باہمی تعارف کا مرحلہ طے ہوا۔ پھر دوسری منزل پر واقع ساعت گاہ میں 10 بجے افتتاحی اجلاس شروع ہوا۔ سٹیج کے عقب میں سبز کپڑے کے ایک لمبے قطعے پر سفید حروف میں یہ عبارت دمک رہی تھی۔

International Symposium on "Iqbal and the Modern Era" 18- 19 November 1997
University of Ghent, Belgium
Iqbal Foundation, Europe

یہ ایک چھوٹا سا ہال تھا۔ لکڑی کا فرش اور چھت بڑے بڑے کالے لکڑی کے شہتیروں پر رکھی کڑیوں پر ٹکی ہوئی تھی۔ ہال کے اندر روشنی کے قمقمے بہت زیادہ اور روشن نہیں تھے البتہ بائیں سمت کی کھڑکیوں سے کچھ روشنی اندر آ رہی تھی--- پروفیسر فرمیولین نے مائیک پر آ کر استقبالیہ اور تعارفی کلمات سے اجلاس کا آغاز کیا۔ انھوں نے علامہ اقبال کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ اقبال نے نہ صرف برصغیر اور مسلم دنیا پر' بلکہ پوری دنیا پر گہرے اور غیر معمولی اثرات (Tremendous influence) ڈالے۔ ان کی کاوشوں کی غرض و غایت مسلم دنیا میں مسلم تشخص کو اجاگر کرنا اور پھر پوری انسانیت کی نشوونما اور ترقی تھا--- فرمیولین صاحب نے اس مذاکرے کے انعقاد کے لیے پاکستانی سفارت خانے کے تعاون پر شکریہ ادا کیا۔ انھوں نے قونصلر جناب حسن جاوید کی بھرپور مساعی اور تگ و دو کا خاص ذکر کیا' اسی طرح یونی ورسٹی اور ابس (IBIS) ہوٹل والوں کا بھی--- پروفیسر فرمیولین کا انداز گفتار بہت کڑا' پرجوش اور توانا و بھرپور تھا۔ اس کے برعکس سفیر پاکستان جناب ریاض محمد خاں کے لب و لہجے میں نرمی و ملائمت اور افہام و تفہیم غالب تھی۔ انھوں نے کہا کہ افتتاحی کلمات پیش کرنا میرے لیے باعث اعزاز ہے' اور میں اس مذاکرے کے انعقاد کے لیے فاؤنڈیشن کا خصوصاً" پروفیسر شمل اور پروفیسر فرمیولین کا ممنون ہوں۔ اسی طرح انھوں نے اپنے رفقائے کار اور حکومت پاکستان کا بھی شکریہ ادا کیا جس نے اس مذاکرے کو گولڈن جوبلی تقریبات کا حصہ بناتے ہوئے مالی وسائل فراہم کیے۔ اس کے بعد انھوں نے کہا کہ میں اقبالیات کا ماہر نہیں ہوں' پھر بھی چند نکات آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ ان پر غور کریں' مثلاً

1- بلاشبہ اقبال ایک بڑے مسلم دانش ور تھے' مگر انھوں نے عقل پر جو تنقید کی ہے' وہ کس حد تک مناسب ہے۔
2- پھر اجتہاد کا مسئلہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اجتہاد کے لیے اقبال نے کچھ اصول مقرر کیے ہیں؟ اور یہ جدید حالات سے مطابقت رکھتے ہیں؟ اور کیا یہ ہماری ضرورت پورا کرتے ہیں؟
3- اقبال نے پاکستان پر کس حد تک ذہنی و فکری اثرات مرتب کیے ہیں؟ کیا ہمارے ملک میں بنیاد پرستی کی حالیہ تحریکوں میں اقبال کے کچھ اثرات ہیں؟ اگر ہیں تو کس نوعیت کے؟

سٹیج کی لمبی میز ایک سبز رنگ میز پوش سے ڈھانپی گئی تھی اور سامنے کی جانب میز پوش پر بنا ہوا سفید چاند تارا ہم پاکستانیوں کو بہت بھلا لگ رہا تھا۔ میز کے عقب میں رکھی گئی کرسیاں ابھی تک خالی تھیں اور یوں یہ افتتاحی نشست کسی باقاعدہ صدر کے بغیر جاری تھی۔ (البتہ سفیر صاحب کی تقریر کے بعد پروفیسر فرمیولین نے سٹیج پر رکھی ایک کرسی سنبھال لی)۔ اقبال فاؤنڈیشن نے کئی برس پہلے یورپی زبانوں میں لوازمہ اقبالیات پر مشتمل انگریزی کتابیات مرتب کرنے یا کرانے کا ایک منصوبہ تیار کیا تھا۔ کچھ عرصہ پہلے اسے پروفیسر کیلے وارث کو سونپا گیا۔ عین انھی ایام میں انھیں بھارت کا سفر درپیش ہوا۔ وہ ایک رپورٹ مرتب کر کے دے گئے' جو ڈاکٹر ڈینیل ڈی سمٹ (Daniel De Smet) نے پڑھ کر سنائی۔ رپورٹ مایوس کن تھی۔ اندازہ ہوا کہ کیلے وارث صاحب' اس شعبے میں ہونے والی پیش رفت اور کام سے کچھ زیادہ باخبر نہ تھے۔ چنانچہ ان کے مقالے کے اختتام پر سہیل عمر صاحب نے وضاحت کی کہ اس پر پاکستان میں خاصا کام ہو چکا ہے۔ راقم کی کتابیات اقبال کا بھی ذکر آیا جس کا دوسرا اضافہ شدہ ایڈیشن ان دنوں زیر کتابت ہے۔

مادام شمل نے Iqbal and Classical Islamic Traditions کے موضوع پر اظہار کیا۔ ان کے ہاتھ میں باقاعدہ مقالہ نہیں تھا' بلکہ کاغذ کے دو تین چھوٹے چھوٹے پرزے تھے۔ انھوں نے سرنیوڑائے تقریباً نصف گھنٹے تک نہایت پر اعتماد اور رواں دواں لہجے میں گفتگو کی۔ گاہے گاہے نیم وا آنکھوں نے پرزوں پر بھی نظر ڈال لیتیں مگر لگتا تھا کہ ان کے بغیر بھی انھیں اسی مہارت سے بولنے کا ملکہ حاصل ہے۔ انھوں نے کہا کہ اقبال نے کلاسیکل اسلام کو فکر جدید سے ملا کر پیش کیا ہے اور یہی حقیقی اسلام ہے اس سلسلے میں جاوید اقبال سے میری بہت بحثیں ہوئی ہیں۔ شمل نے عربوں پر فکر اقبال کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اقبال پر مباحثوں میں اس کا تذکرہ بھی ہونا چاہیے۔ بتایا کہ سعودی عرب میں اقبال کے خطبات پر ابھی تک پابندی ہے۔ راقم کے خیال میں یہ بات تحقیق طلب ہے۔

شمل صاحبہ نے کہا کہ یمن کے ایک یونی ورسٹی میگزین میں بھی' میں نے اقبال پر مضامین دیکھے ہیں۔ بلاشبہ اقبال' ملت اسلامیہ کے احیا کے شدید متمنی تھے' مگر ان کے ہاں' اقبال کی تعبیر' بہرحال جدید ہے۔ مسلمانوں کے لیے اقبال کی عطا سے انکار ممکن نہیں' مگر یہ ضرور ہے کہ اقبال پر بات کرتے ہوئے چند پہلو نظر انداز ہو جاتے ہیں یہ کچھ ایسے تضادات ہیں' جو بہرحال تضادات ہوتے ہوئے بھی Fascinating ہیں بالکل زندگی کی طرح' دیکھنا۔ تو یہ ہے کہ اقبال آج ہمارے لیے کتنے اہم اور Relevant ہیں؟ کیا ان کی صرف صوفیانہ جہت اہم ہے یا کچھ اور پہلو بھی؟ اس میں شبہ نہیں کہ اقبال نے اسلامیوں کے اندر ایک نئی روح پھونکی ہے۔ وہ نمایندہ ہے علم الکلام کا' وہ نمایندہ ہے عشق کا' جو روایتوں کو ختم کر کے ایک نئی بات پیدا کرتا ہے اور یوں تسخیر کائنات کا راستہ سمجھاتا ہے۔

آخر میں مادام شمل نے تاسف کے ساتھ کہا:

It is pity that Hakeem Muhammad Seed is not here and also
Javid Iqbal is not here.

مطبوعہ پروگرام کے مطابق اب حکیم محمد سعید صاحب کی باری تھی' مگر وہ نہیں آسکے اس لیے پروفیسر صبری تبریزی کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی۔ ان کا موضوع تھا:

Relevance to the Present Day World: Persian Writings of Iqbal.
تبریزی صاحب کا وطن مالوف ایران ہے۔ عرصہ دراز تک ایڈنبرا یونی ورسٹی میں تدریس کرتے رہے۔ آج کل وہ آذربائیجان میں ہیں۔ ان کا مقالہ تو اتنا طویل نہیں تھا، مگر مقالہ خوانی کے دوران میں ان کی وضاحتیں سامعین پر بھاری ثابت ہو رہی تھیں۔ توضیحات کے ضمن میں وہ اقبال کے اشعار پڑھتے، ان کا ترجمہ کرتے اور پھر تشریح----- دراصل ایک مدرس کو اچھے سامعین کبھی کبھی میسر آتے ہیں۔ (ہوٹل میں ناشتے کی میز پر، تبریزی بالعموم ہمارے ساتھ آ بیٹھتے اور ہم سے Good listeners کا خراج وصول کرتے۔) مقالہ خوانی کے لیے نصف گھنٹے کی حد مقرر تھی، مگر تبریزی کے جوش خطابت نے ایک گھنٹہ لیا----- اس وقت سامعین کی تعداد بھی کسی قدر کم ہو چکی تھی حالانکہ پروفیسر شمل کی تقریر میں حاضری ستر بہتر تک پہنچ گئی تھی۔ ان میں سمپوزیم کے مندوبین کے علاوہ زیادہ تر یونی ورسٹی کے طلبہ و طالبات تھے۔ برسلز میں مقیم بعض پاکستانی بھی آئے ہوئے تھے۔

نصف گھنٹے کے باقی ماندہ وقفے میں پہلے تو ڈاکٹر درانی نے اقبال فاؤنڈیشن یورپ کے سلسلے میں کچھ وضاحتیں کیں۔ انھوں نے بتایا کہ اقبال فاؤنڈیشن کا خیال، پہلے پہل جناب توحید احمد نے پیش کیا تھا۔ یہ نومبر 1988ء کی بات ہے، جب وہ برسلز کے پاکستانی سفارت خانے سے وابستہ تھے۔ توحید صاحب نے پروفیسر شمل کو فاؤنڈیشن کی صدارت پر رضامند کرلیا۔ (درانی کے خیال میں دور حاضر کے اقبال شناسوں میں شمل سر فہرست ہیں۔ (She is the greatest living Iqbalist of the World) توحید صاحب سیکرٹری رہے۔ ان کا تبادلہ ہوگیا تو پروفیسر کیلے وارث نے یہ ذمہ داری سنبھالی، درانی کے بعد، سہیل عمر صاحب نے اظہار خیال کیا۔ انھوں نے اقبال فاؤنڈیشن کے منصوبے "کتابیات اقبال" اور مادام شمل کے نکات گفتگو سے متعلق بعض تفصیلات سامعین کے گوش گزار کیں۔ اس منصوبے کی بعض واضح خامیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ منصوبے کے خدوخال ترتیب نو کے متقاضی ہیں اور یہ اہم نکتہ مد نظر رکھنا ضروری ہے کہ اس نوعیت کی دیگر کاوشوں کے سلسلے میں ماہرین اقبال نے جتنا مواد جمع کر دیا ہے اس سے صرف نظر نہ ہو اور تکرار کار میں توانائی اور وسائل کا اتلاف نہ ہو۔ اس ضمن میں انھوں نے کتابیات پر ہونے والے کام اور اہم ماخذ کا مختصر تذکرہ کیا جس میں رفیع الدین ہاشمی صاحب کی 1996ء تک کی "کتابیات اقبال" مجلّہ اقبال اور مجلّہ "اقبالیات" و "اقبال ریویو" کے اشاریے اور اقبال اکادمی کی زیر تکمیل- Website کا اجمالی تعارف شامل تھا۔ سہیل صاحب نے اس منصوبے کے لیے خصوصاً اور فاؤنڈیشن کے لیے عموماً ہر ممکنہ علمی امداد اور عملی تعاون کی پیشکش کی۔

مادام شمل کی معروضات کے ضمن میں سہیل عمر صاحب نے ادب سے چند اختلافی نکات پیش کیے۔ عرب دنیا اور عربوں کے طرز احساس اور اقبال کے کلام کے حوالے سے انھوں نے کہا کہ یہ درست ہے کہ عالم عرب میں اقبال کے کلام اور افکار کو اس طرح اشاعت اور پذیرائی حاصل نہیں ہوئی جیسے فارسی گو علاقوں میں اس کا استقبال ہوا تاہم یہ سمجھنا درست نہ ہوگا کہ ان کے مجموعہ ہائے نظم و نثر کی رسائی عالم عرب تک تاحال نہیں ہو سکی۔ تقریباً سارا کلام عربی میں منتقل ہو چکا ہے۔ حال ہی میں تشکیل جدید اور بال جبریل کے نئے تراجم سامنے آئے ہیں اور متعدد تحقیقات اور مقالات تحریر کیے گئے ہیں۔ ان تمام کاوشوں کا اندازہ عام ماخذ کتابیات سے نہیں ہوتا۔

ابن عربی اور علامہ اقبال کے فکری تعلق پر بھی سہیل عمر صاحب نے اپنی حالیہ تحقیقات کے حوالے سے

اظہار خیال کیا اور اس ضمن میں پھیلی ہوئی عام اغلاط کی نشاندہی کی اور بتایا کہ ان کی رائے میں علامہ اور شیخ اکبر کے فلسفیانہ افکار میں مماثلت کے عناصر اختلاف سے کہیں زیادہ ہیں اور یہ موضوع مزید تلاش و تفحص کا تقاضا کرتا ہے۔

وقفہ طعام کے بعد دو بجے دوسری نشست شروع ہوئی۔ ڈاکٹر درانی نے بعض اصحاب کی تجویز پر اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر طلبہ کے لیے ایک مختصر تعارف پیش کیا۔ انھوں نے بتایا کہ اقبال' نوجوانوں کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ وہ ایک سادہ مزاج مگر بہت دانش مند' فہیم اور بابصیرت انسان تھے۔ درانی صاحب نے اقبال کے تصور خودی' عقل و عشق' اجتہاد اور فلسفہ جدوجہد کی وضاحت کی۔ آخر میں انھوں نے کہا: اقبال کو علم سے ویسی ہی محبت تھی' جیسی محبت آج بھی بلجیم میں پائی جاتی ہے---- پروفیسر فرمیولین نے سرہلاتے ہوئے' اس پر تبصرہ کیا:

Yes, we are a small country but a great people.

چائے / کافی کے وقفے سے پہلے دو مقالے پیش ہوئے۔ ایک پروفیسر یوروگل کا'

Muhammad Iqbal's Ideas about Poet's Role in the Society. دوسرا ڈاکٹر ژاں ماریک کا (جو اردو میں اپنا نام یحییٰ ماریک لکھتے ہیں)----- بہ عنوان:

Iqbal and Islamic Fundamentalism, Nationalism and Patriotism

دونوں مقالے اپنے اپنے موضوع پر اچھے تھے اور پسند کیے گئے۔ وقفے کے بعد دو مقالے پڑھے گئے۔ ڈاکٹر سعید اختر درانی نے Iqbal, as a bridge between East and West کے موضوع پر اظہار خیال کیا۔ فارسی اشعار قدیم جدید ایرانی لب و لہجے میں نہیں' بلکہ قدیم ہندوستانی لہجے میں پڑھنے پر انھوں نے' خصوصاً صبری تبریزی سے معذرت کی۔ محمد سہیل عمر کے' مقالے کا عنوان تھا:

"That I may See and Tell" The Significance of Iqbal's Wisdom Poetry" مقالے میں انھوں نے مشرق و مغرب کے روایتی نظریہ شعر کے حوالے سے شعری تخلیق اور اس کی کائناتی معنویت پر روشنی ڈالی اور اس تناظر میں کلام اقبال کی اہمیت کو اجاگر کیا اور اس بات کا اعادہ کیا کہ اقبال اپنے اسلوب اور معنوی عناصر کے اعتبار سے اسلامی تہذیب اس درخشاں روایت شعر کے آخری بڑے نمائندے ہیں جسے شعر حکمت کہا گیا ہے۔ ان کا مقالہ خوانی کا انداز بھی خوب تھا۔ تلفظ عمدہ اور ٹھہراؤ' چنانچہ مقالہ دلچسپی سے سنا اور بہ خوبی سمجھا گیا---- آخر میں سوال جواب۔

ساڑھے پانچ بجے یہ نشست ختم ہوئی تو باہر اندھیرا چھا چکا تھا۔

19 دسمبر کی اولین نشست خاصی طویل تھی (ساڑھے نو تا ایک بجے) روس کی سکالر ڈاکٹر پریگا رینا کے مقالے کا عنوان تھا:

The Problems of Interpretations of Iqbal's Peorty at the end of 20th Century پریگارینا رشین اکیڈمی آف سائنسز کے انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹیل سٹڈیز سے وابستہ ہیں۔ فارسی پر دسترس رکھتی ہیں اور اردو بھی سمجھ لیتی ہیں۔ حال ہی میں غالب پر ان کی ایک کتاب حیدر آباد سے چھپی ہے۔

اس اجلاس کی صدارت پروفیسر شمل کر رہی تھیں اور مہمان خصوصی سفیر پاکستان جناب ریاض محمد خان

تھے اور کارروائی ڈاکٹر درانی چلا رہے تھے۔ وہ بھی پروفیسر فرمیولین کی طرح' فاؤنڈیشن کے نائب صدر ہیں۔ دوسرا مقالہ جناب خالد احمد کا تھا موصوف ایک معروف' کہنہ مشق اور صاحب مطالعہ صحافی ہیں۔ لبرل خیالات رکھتے ہیں ان دنوں "فرائیڈے ٹائمز" کے ایڈیٹر ہیں۔ ان کا موضوع تھا: Allama Iqbal's View of fiqh - مقالہ خوانی کے ساتھ' وہ غیر تحریری "حواشی و تعلیقات" بھی بیان کرتے چلے گئے۔ ان کی تحریر و تقریر میں زیادہ زور حدود اور ان کے نفاذ کی شرعی حیثیت کو تسلیم کرنے سے انکار پر مشتمل تھا۔ ان کا زیادہ زور' اقبال کے تصور فقہ کے بجائے' حیثیت حدود کی نفی پر رہا۔ راقم کو خالد صاحب کی یہ ادا پسند نہیں آئی اس لیے کہ اول تو یہ مبحث' اصل موضوع سے براہ راست متعلق نہ تھا اور دوسرے ان خیالات کے اظہار کا یہ موقع محل بھی نہ تھا۔ پاکستان میں وہ اس موضوع پر کچھ لکھتے یا بولتے تو زیادہ مناسب ہوتا۔ کیوں کہ یہ ایک طرح سے پاکستان اور مسلم معاشرے کا داخلی مسئلہ تھا۔ غیر مسلموں بالخصوص یورپیوں کے لیے اسے سمجھنا آسان نہ تھا اسی لیے ان کی تقریر کے دوران میں بعض سامعین نے کئی بار' بعض الفاظ و اصطلاحات کے بارے میں استفسارات کر کے وضاحت چاہی۔

اس طرح کے سیمیناروں کے مطبوعہ اور مقررہ پروگرام میں بالعموم تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ان سمپوزیم کی کارروائی' مطبوعہ ترتیب کے مطابق چل رہی تھی۔ یہ ایک حیرت انگیز بات تھی (اور منتظمین کے لیے لائق مبارک باد) کہ مطبوعہ ترتیب میں ابھی تک صرف ایک رد و بدل ہوا تھا۔ صبری تبریزی صاحب کو' 19 نومبر کی سہ پہر مقالہ پڑھنا تھا مگر انھیں دوسرے دن ان کے مقررہ وقت تک منتظر رکھنے کے بجائے ان سے حکیم محمد سعید صاحب کی باری پر مقالہ سنا گیا۔

اس نشست میں حسب پروگرام مزید تین مقالے پیش کیے گئے۔ پروفیسر ویتو سالیرنو کا موضوع تھا: Iqbal and Italy وہ کئی برس پہلے' اطالوی زبان کی تدریس کے سلسلے میں کراچی یونی ورسٹی سے وابستہ رہے۔ 1977ء کی اقبال کانگریس لاہور میں بھی بطور مندوب شریک رہے' پھر 1991ء میں قرطبہ کی اقبال کانفرنس میں بھی ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ دوسرا مقالہ محمد اکرم چغتائی کا تھا' Iqbal and Germany اس مقالے میں چغتائی صاحب نے اقبال کے قیام جرمنی اور جرمن کلچر سے ان کی وابستگی کے حوالے سے گفتگو کی تھی اور بتایا تھا کہ اقبال جرمنی کو اپنا وطن ثانی کہا کرتے تھے۔ انھوں نے اقبال پر عطیہ کی کتاب کو سوانح اقبال کے حوالے سے ایک بے مثال ماخذ قرار دیا وگیے ناسٹ کی حیثیت ان کے نزدیک ہائیڈل برگ میں ٹیکنیکل اسسٹنٹ کی تھی۔ انھوں نے اقبال کے خطبات پر رودی پاریٹ اور جوزف پیل کے تبصروں کا بھی ذکر کیا۔ رودی پاریٹ سے اقبال کا تعارف جوزف سیل کے وسیلے سے ہوا اکرام چغتائی کے مقالے میں اقبال اور جرمنی کے تعلق سے کئی باتیں بالکل نئی تھیں۔ مقالے کو نظر استحسان سے دیکھا گیا۔ اس کے بعد حسب دستور سوال' جواب اور وضاحتیں۔

مادام شمل آج بعد دوپہر' واپس جرمنی روانہ ہونے والی تھیں۔ اس لیے انھوں نے آخر میں ایک طرح سے الوداعی (اور صدارتی) تقریر کی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ باوجود اس لمبی نشست کے' حاضری کے اعتبار سے یہ سیشن بھرپور تھا۔ طلبہ و طالبات نے توجہ اور دلچسپی سے شمل کی باتیں سنیں۔ ریاض محمد خاں صاحب نے مقالات کے بارے میں اظہار خیال کیا' خصوصاً خالد احمد صاحب کے مقالے سے متعلق کچھ وضاحتیں آخر میں یہ کہتے ہوئے کہ:

Your Ishq with Pakistan will continue شمل صاحبہ کا خصوصی شکریہ ادا کیا۔

ایک سے دو بجے تک کے وقفے میں بوفے کھانا' باتیں' تصویر کشی' اور سگریٹ نوشی----- (ہال میں تمباکو نوشی ممنوع تھی) سید حسن جاوید صاحب نے بتایا تھا کہ ہم نے ہوٹل میں اور یہاں بھی خاص ہدایت کی ہے کہ "مسلم فوڈ" کا اہتمام کیا جائے' پھر بھی ہم دیکھ بھال کر ہی کچھ کھاتے پیتے----- سو' میری دوڑ بالعموم خشک ڈبل روٹی' پنیر یا مکھن اور جیلی تک محدود رہتی' اس کے ساتھ چائے یا کافی۔

وقفے کے بعد دو بجے ریاض محمد خاں صاحب کی صدارت میں آخری علمی نشست کا آغاز ہوا۔ سفیر صاحب نے اقبال اکادمی پاکستان کے ناظم جناب محمد سہیل عمر کو' ان کے گریز کے باوجود' اپنے برابر مہمان خصوصی کی نشست پر بٹھایا۔ پہلا مقالہ لووین یونی ورسٹی کے پروفیسر وان ٹانگر لو کا تھا (Iqbal's Concept of self Identity) اس سیشن کے ایک مقالہ نگار جناب صبری تبریزی گذشتہ روز مقالہ پیش کر چکے تھے۔ دو مقالہ نگار جناب فرانسس لاماں (صدر ادارہ: Islam and West موضوع مقالہ: (Iqbal and West) اور پروفیسر ایمیلو پلاٹی (بلجیم موضوع مقالہ Iqbal and Maududi) اپنی بعض مجبوریوں کی بنا پر شرکت سے معذور رہے اس لیے اب صرف دو مقالے باقی تھے----- ڈاکٹر تحسین فراقی کے مقالے کا عنوان تھا:

Man versus Universe: Iqbal's Perception

فراقی صاحب کا کہنا تھا کہ خدا' انسان اور کائنات کی مثلث میں انسان خدا کے ماتحت ہے اور کائنات انسان کے تصرف میں ہے۔ کشاکش زیست میں انسان کی حیثیت ایک ایسے فعال عنصر کی ہے جو کائنات کو بناتا اور سنوارتا ہے مگر اس کی آزادی کا مطلب ذات حق کی آزادی کی تحدید نہیں۔ اقبال کا انسان امید' آرزو اور تسخیر کائنات کی جیتی جاگتی علامت ہے۔ وہ میتھیو آرنلڈ کا ایمپیڈوکلیز نہیں جس کی مایوسی اسے اٹینا کے آتش فشاں میں کود کر خودکشی پر مجبور کر دیتی ہے۔ فراقی صاحب نے اقبال کی شاعری اور ان کی نثری تحریروں کی مدد سے اقبال کے تصورات انسان و کائنات کو بڑی خوبی سے واضح کیا تھا۔ انھوں نے اپنے مقالے کو اقبال کے اس حیات بخش خیال پر ختم کیا کہ انسان کو آج تین چیزوں کی ضرورت ہے: کائنات کی روحانی تعبیر' فرد کی روحانی آزادی اور آفاقی نوعیت کے اصولوں کی توضیح و ترویج۔ مقالے کے مفاہیم اور مقرر کے طرز ادا کو سراہا گیا۔

اور سب سے آخر میں راقم الحروف نے The Relevance of Iqbal's Thought in the Modern World کے عنوان سے کچھ گزارشات پیش کیں----- راقم کے خیال میں برصغیر اور عالم اسلام' بلکہ پوری انسانیت عہد اقبال میں' تمدنی و معاشرتی اور سیاسی و معاشی اعتبار سے ایک شدید اور ہمہ گیر آشوب کا شکار تھی (اور اس کا علامہ اقبال کو بخوبی ادراک تھا) اقبال نے تصورات (خودی' عشق' فقر' مرد کامل وغیرہ) پیش کیے' جن کی معنویت' ان کے عہد تک محدود نہیں رہی۔ اقبال نے خود کو مستقبل کا شاعر کہا ہے چنانچہ ان کی زندہ و توانا فکر' جدید دنیا کی الجھی ہوئی صورت حال میں بھی بہت بامعنی اور موثر نظر آتی ہے۔ اقبال ہمیں عرفان نفس' خدا' کائنات اور اپنی ذات پر اعتماد' ایمان و ایقان' مادہ پرستی اور ہوائے نفس سے گریز' دولت اور وسائل کی منصفانہ تقسیم' فقر و درویشی اور اخوت پر کاربند ہونے کی تلقین کرتے ہیں کیوں کہ ان کے خیال میں صرف اسی صورت ہمیں باطن کی وہ روشنی میسر آسکتی ہے جس سے تاریکی کافور ہو اور زندگی کے سارے راستے منور ہوتے چلے جائیں۔

جناب ریاض محمد خاں نے حسب روایت' مقالوں کے بارے میں سامعین کو اظہار خیال کی دعوت دی۔

بطور خاص انہوں نے مادام پریگارنیا سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ آخری مقالے میں امومت کے مسئلے پر اقبال کا جو موقف پیش کیا گیا ہے اور عصر حاضر میں خصوصاً مغرب اور یورپ میں خواتین جس صورت حال سے دوچار ہیں' اس کی روشنی میں' آپ اقبال کے نقطہ نظر کو کس حد تک درست سمجھتی ہیں یا اس بارے میں آپ کا اپنا موقف کیا ہے؟----- مگر پریگارنیا نے اس پر جو کچھ کہا' اس سے اندازہ ہوا کہ امومت کے بارے میں اقبال کا تصور' پوری طرح ان کی گرفت میں نہیں ہے اور مغرب میں امومت سے گریز کے نتیجے میں' جو معاشرتی ابتری اور تمدنی انتشار پیدا ہوا ہے' وہ بھی غالباً ان کے نزدیک اس قدر اہم نہیں ہے----- سفیر پاکستان نے مقالات کے معیار کو قابل تعریف قرار دیا کہا کہ نقطہ نظر کے اختلاف کے باوجود' اقبال کے فکر کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے----- انہوں نے آخر میں پھر مقالہ نگاروں کا' منتظمین کا اور طلبہ و طالبات کا شکریہ ادا کیا کہ ان سب کے تعاون ہی سے یہ سمپوزیم کامیاب ہوا----- جناب خالد احمد نے مندوبین کی جانب سے سفیر پاکستان' گینٹ یونی ورسٹی' پروفیسر فرمیولن' ڈاکٹر درانی اور دیگر متعلقین کا شکریہ ادا کیا----- پروفیسر صبری تبریزی نے اپنے جذبات کا اظہار فارسی نظم کی شکل میں کیا (اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی کیا۔)

سمپوزیم کے اختتام پذیر لمحوں میں پروفیسر فرمیولین خاصے مسرور نظر آرہے تھے----- گذشتہ شب کے عشائیے میں انہوں نے بعض مشکلات کا ذکر کیا تھا' لگتا تھا کہ اب وہ تلخی کافور ہو چکی ہے----- کہنے لگے: اگر کہا گیا تو میں دوبارہ ایسا ہی سمپوزیم منعقد کروں گا۔

ساڑھے پانچ بجے یونی ورسٹی سے باہر نکلتے ہوئے پروفیسر فرمیولین نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ اور پرجوش مصافحے کے ساتھ ہم مندوبین کو رخصت کیا تو گینٹ کی گلیاں اور سڑکیں روشن ہو رہی تھیں۔

گذشتہ بیس برس میں راقم الحروف کو 7-6 بین الاقوامی سطح کے اقبال سیمیناروں اور کانفرنسوں میں شریک ہونے کا موقع ملا ہے۔ یہ سمپوزیم نسبتاً" خاموش' سنجیدہ اور باوقار تھا اور مقالات کا معیار بھی بہتر تھا' اس طرح سوال جواب اور مباحث بھی فکر انگیز تھے----- اس نوع کے مذاکروں میں وقت کی قلت کے باعث ہر مقالہ نگار کو بالعموم پندرہ منٹ دیے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنے مضمون کا ایک ناتمام سا خلاصہ پیش کردے----- گینٹ سمپوزیم کا قابل تعریف پہلو یہ رہا کہ ہر مقالے کے لیے نصف گھنٹہ مختص تھا' چنانچہ مقالہ نگاروں نے بہ اطمینان و دلجمعی اپنی اپنی بات پیش کی۔ گو' بعض حضرات نے قدرے زیادہ وقت لیا' مگر بحیثیت مجموعی سب مقالوں کی پیش کش بہت عمدہ اور مناسب تھی' سوال و جواب کے سلسلے اور بحث مباحثے نے سامعین کی دلچسپی بڑھا دی تھی۔ اس طرح یہ سیمینار "بھگدڑ" کی اس کیفیت سے محفوظ رہا' جو کم وقت میں مقالہ نگاروں کی زیادہ تعداد کو بھگتانے کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ سمپوزیم کی کامیابی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ لمبی نشستوں کے باوجود سامعین کی جانب سے بالعموم اکتاہٹ کا اظہار نہیں ہوا----- جملہ نشستوں کا آغاز و اختتام عموماً بروقت ہوا۔

برسلز کے پاکستانی سفارت خانے کو میزبان کی حیثیت حاصل تھی۔ سفارت خانے نے اس حیثیت میں اپنے جملہ فرائض باوقار اور ذمہ دارانہ طور پر انجام دیے۔ بطور خاص سفیر پاکستان کی دلچسپی اور "اقبال شناسی" مستحسن تھی۔ وہ سمپوزیم میں اول تا آخر شریک رہے اور دونوں دنوں میں عشائیوں کا اہتمام کرکے مندوبین کے ساتھ غیر رسمی ملاقات و گفتگو کا موقع پیدا کیا دونوں محافل شب بہت پرلطف رہیں اور آخر میں ہر روز "بین الاقوامی اردو مشاعرہ" برپا ہوتا رہا۔ علوم و فنون اور شعر و ادب سے ریاض محمد خاں صاحب کی دلچسپی اور مطالعے کا اندازہ ہوا۔

سمپوزیم میں پروفیسر شمل کی آمد و شرکت بھی سب کے لیے تقویت کا باعث ہوئی---- ان کا نام تو بڑا ہے ہی، کام بھی قابل تعریف ہے۔ وہ فی البدیہہ تقریر کا عمدہ ملکہ رکھتی ہیں اور ان کی باتیں پر مغز اور قابل غور ہوتی ہیں---- اس پیرانہ سالی میں بھی وہ ایسی متعدد اور فعال ہیں کہ بعض اوقات لمبے سفر کرکے مذاکروں اور سیمیناروں میں شریک ہوتی ہیں اور اس کے ساتھ ان کی مختلف النوع علمی و تحقیقی سرگرمیاں بھی جاری رہتی ہیں ان کی موجودگی سے سمپوزیم کا اعتبار و وقار قائم ہوا۔ میرے ذہن میں باربار ایک سوال پیدا ہوا کہ برسلز جیسے مرکزی مقام کو چھوڑ کر گینٹ میں سمپوزیم منعقد کرنے میں کیا مصلحت تھی؟---- یہ ایک چھوٹا سا شہر تھا، اور سامعین و حاضرین میں طلبہ و طالبات کے علاوہ کوئی اکا دکا شخص ہی یہاں آیا ہوگا۔ بالکل "جنگل میں مور ناچا' کس نے دیکھا" کی سی کیفیت محسوس ہوتی تھی پہلے روز پی آئی اے برسلز کے دو حضرات اور ایک پاکستانی تاجر آئے ہوئے تھے۔ دوسرے روز میں نے ایک بلجین خاتون سامعہ دیکھی جو برسلز کے کسی ادارے میں ملازم تھیں۔ استفسار پر معلوم ہوا وہ کچھ عرصہ پاکستان میں مقیم رہی ہیں اردو جانتی ہیں اور ان کے شوہر برسلز میں مقیم ایک پاکستانی تاجر ہیں۔ ورنہ اس سمپوزیم کے حقیقی سامعین خود مقالہ نگار و مندوبین ہی تھے---- وہاں ہم نے یہ سنا کہ برسلز میں مذاکرہ کرنے میں کئی طرح کی مشکلات تھیں۔ اس مذاکرے کی کوئی خبر' یا روداد کسی اخبار میں چھپی ہو؟ ہمیں نہیں معلوم کیوں کہ کوئی اخبار نویس نظر نہیں آیا۔ البتہ ڈاکٹر سعید اختر درانی نے اس کی وڈیو بنانے کا اہتمام کیا تھا اس کے لیے ان کے دوست جناب مصطفےٰ علی خاں برطانیہ سے آئے ہوئے تھے سمپوزیم کے اس پہلو (کمی) کے تذکرے سے مقصود صرف یہ ہے کہ اس موقع کو یورپ کے اس مرکز میں' نسبتاً" وسیع تعارف کا ذریعہ بنایا جاتا تو اس سے دیار مغرب میں مطالعہ اقبال کی مزید راہیں کھلتیں۔ تاہم مجموعی طور پر یہ ایک کامیاب اور معیاری سمپوزیم تھا۔

پیر' 20 نومبر کو دس بجے جب ہم گینٹ سے روانہ ہو رہے تھے تو آسمان پر گہرا ابر چھایا ہوا تھا اور ہلکا ہلکا ترشح بھی ہو رہا تھا۔ ایبس ہوٹل سے نکلے تو بالمقابل واقع قدیم گرجا پر نظر پڑی۔ ایک بار پھر علامہ کا یہ شعر ذہن میں تازہ ہو گیا:

دی اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

گینٹ سے برسلز جاتے ہوئے خیال آ رہا تھا کہ یورپ میں دوبار بین الاقوامی اقبال کانفرنسیں ہو چکی ہیں (قرطبہ: 1991ء گینٹ 1997ء) کیا افریقہ یا شرق اوسط کے صحراؤں میں بھی (جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور جہاں ام کلثوم کے نغمات اقبال پر سر دھننے والوں کی کمی نہیں' اور جہاں اقبال کی شخصیت یا ان کے فکر کے حوالے سے "باما آشنابود" کا دعویٰ کرنے والوں کی معتد بہ مقدار بھی موجود ہے) کبھی صدائے اذان گونجے گی؟ سنائی دے گی؟

(ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی)

بین الاقوامی مذاکرہ

اناطولیہ (ترکی) میں بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری میں اسلامی فکریات

سلجوقی سلاطین کے دور میں اناطولیہ، اسلامی دانش اور علم و حکمت کا مرکز رہا ہے۔ اس وقت یہ ترکی کے وسطی علاقے کا ایک اہم حصہ ہے۔ وہ حکما جن کا تعلق اناطولیہ سے رہا ان میں مولانا جلال الدین رومی، صدر الدین قونوی اور داؤد قیصری کے اسمائے گرامی بہت ممتاز ہیں۔ اسلامی روایت کے حکما کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے اناطولیہ کے تاریخی شہر قیصریہ میں 24-27 اکتوبر 1997ء ایک تین روزہ سیمینار منعقد کیا گیا جس کا عنوان "اناطولیہ (ترکی) میں بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری میں اسلامی فکریات تھا" اس میں داؤد قیصری کے افکار پر خصوصی طور پر توجہ مرکوز کی گئی جو قیصریہ کے نامور سپوت تھے۔

پاکستان سے اقبال اکادمی پاکستان کے ناظم محمد سہیل عمر کو اس تاریخی سمپوزیم میں مدعو کیا گیا جنہوں نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی فصوص الحکم کی شرحوں پر داؤد قیصری کے اثرات کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔ اس سمپوزیم کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں حاضرین کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ دنیا بھر سے دانشوروں نے اس میں شرکت کی۔ ترکی کے اہل علم نے بھی اس سمپوزیم میں حصہ لیا اور داؤد قیصری کے افکار پر مقالات پڑھے۔ محمد سہیل عمر ناظم اقبال اکادمی نے اپنا مقالہ افتتاحی اجلاس میں پڑھا۔ محمد سہیل عمر نے قونیہ میں مولانا جلال الدین رومی کے مزار پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کی۔ اپنے دو روزہ قیام میں آپ شمس تبریز اور صدر الدین قونوی کے مزارات پر بھی گئے۔ "اقبال کی شاعری کی معنویت" کے عنوان سے انہوں نے استنبول میں وہاں کی سائنس اور آرٹس کی فاؤنڈیشن کی علمی نشست میں لیکچر دیا۔ استنبول میں اپنے دو روزہ قیام کے موقع پر انہوں نے پاکستان اور ترکی کے مختلف اداروں کے درمیان علمی فکری اور ثقافتی تعاون کے فروغ کے امکانات پر بھی گفتگو کی بالخصوص ترکی زبان میں اقبال اکادمی پاکستان کے مجلّے "اقبالیات" میں ترک دانشوروں کے مقالات کی اشاعت اور ترکی کے علمی حلقوں اور شخصیات کو اقبالیات ترکی کی ترسیل کے موضوعات زیر بحث آئے۔ اقبال اور ان کی دلچسپی کے موضوعات پر کتابوں کی اشاعت میں دونوں ملکوں کی شرکت بھی زیر غور رہی۔ جس کے نتیجے میں طے پایا کہ ترکی میں اقبالیات کی تدوین و ترجمے اور کمپوزنگ میں ایک دوسرے کی معاونت کی جائے گی۔ مطالعہ اقبال کے سلسلے میں مختصر پروگرام مرتب کیے جائیں گے۔ کتب اور رسائل کا تبادلہ ہوگا۔ ترکی میں اقبالیات کے فروغ کے لئے تعاون کیا جائے گا۔

افتتاح ایوان اقبال۔ قومی صدارتی اقبال ایوارڈ کی تقسیم اور یوم اقبال

9 نومبر 1997ء کا یوم اقبال اس لحاظ سے منفرد تھا کہ یہ ایوان اقبال کے نو تعمیر شدہ خوبصورت اڈیٹوریم میں منعقد ہوا اور اس میں مرکزیہ مجلس اقبال' اقبال اکادمی پاکستان اور ایوان اقبال اتھارٹی یعنی تینوں اداروں نے شرکت کی۔

9 نومبر کو صبح ساڑھے نو بجے وزیراعظم پاکستان محمد نواز شریف نے ایوان اقبال کی عمارت کا افتتاح کیا اور وفاقی وزیر ثقافت / چیئرمین ایوان اقبال اتھارٹی و صدر اقبال اکادمی شیخ رشید احمد نے جناب محمد نواز شریف وزیراعظم پاکستان کی ایوان میں آمد پر حرف پذیرائی ادا کیا جس میں انہوں نے ایوان کی تعمیر کی تاریخ' ضرورت اور اہمیت پر روشنی ڈالی تقریب سے پروفیسر پری شان خٹک' پروفیسر ڈاکٹر مسز قمر واحد جام شورو یونیورسٹی حیدر آباد اور پروفیسر عبدالجبار شاکر نے خطاب کیا اور فکر اقبال کے مختلف گوشے منور کئے۔

ایوان اقبال کی اس تقریب میں اقبال اکادمی پاکستان کی طرف سے اعلان کردہ قومی صدارتی اقبال ایوارڈز کے انعام یافتگان میں سونے کے تمغے تقسیم کئے گئے تقسیم تمغہ جات سے قبل اقبال اکادمی کے نائب صدر جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال نے قومی صدارتی اقبال ایوارڈ کا پس منظر اور ایوارڈ کی اہمیت پر خطاب کیا۔ وزیراعظم پاکستان محمد نواز شریف نے پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی کو ان کی کتاب "عروج اقبال" (85-87) پروفیسر محمد منور کی کتاب Dimensions of Iqbal (85-87) ڈاکٹر محمد معروف کی کتاب Iqbal and His Contemporary Western Religious Thought (85-87) مرحوم رفیق خاور کی کتاب "اقبال کا فارسی کلام" (88-90) اختر حسین شیخ کی کتاب "سلکھنی اکھ" (88-90) اور عبدالمجید ساجد کی کتاب "اقبال دی حیاتی" (84-86) پر سونے کے تمغے عطا کئے جبکہ ایوارڈ کی رقم پہلے ہی ادا کر دی گئی تھی۔ اس موقع پر وزیراعظم پاکستان محمد نواز شریف نے ایوارڈز یافتگان کو مبارک باد دی اور فکر اقبال کے فروغ کے لئے اکادمی کی سرگرمیوں کو پسند کیا۔ انہوں نے ایوان اقبال کی خوبصورتی اور افادیت کو سراہا اور اسے فکر اقبال کی اشاعت کا مرکز بنانے کی اہمیت پر خطاب کیا۔ اس جلسہ میں جناب مجید نظامی مدیر روزنامہ نوائے وقت و نیشن اور چیف جسٹس (ر) ڈاکٹر نسیم حسن شاہ (صدر مرکزیہ مجلس اقبال) نے شرکت کی جبکہ بشیر حسین ناظم' حافظ مرغوب ہمدانی' جمشید اعظم چشتی اور مظفر وارثی نے کلام

اقبال اور نذرانہ عقیدت پیش کیا قاری نور محمد نے تلاوت کلام حکیم کی۔ چیف جسٹس (ر) ڈاکٹر نسیم حسن شاہ نے کلمات شکریہ ادا کئے اقبال اکادمی پاکستان نے 9 نومبر 97 کو یوم اقبال کے موقع پر ایوان اقبال، مزار اقبال اور 116 میکلوڈ روڈ لاہور پر 50 فیصد رعایت پر اپنی کتب فروخت کے لئے پیش کیں۔

دو شنبہ (تاجکستان) میں یوم اقبال

وسطی ایشیا کی ریاست تاجکستان میں 17-18 نومبر 1997ء کے مہینے میں دو روزہ اقبال سیمینار منعقد ہوا جس میں سینئر جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال نائب صدر اقبال اکادمی پاکستان اور ممتاز محقق، استاد اور دانشور، ڈاکٹر وحید قریشی کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ ڈاکٹر جاوید اقبال اپنی بعض مصروفیات کی وجہ سے تشریف نہ لے جاسکے۔ چنانچہ ڈاکٹر وحید قریشی نے اس سیمینار میں پاکستان کی نمائندگی کی۔

ڈاکٹر وحید قریشی نے علامہ اقبال کے عمرانی افکار کے حوالے سے اس سیمینار میں اپنا مقالہ پیش کیا۔ جو فارسی زبان میں تھا۔ اس سیمینار میں ایران سے بھی دو افراد نے شرکت کی جن میں ایک شعبہ فلسفہ تہران یونیورسٹی کے چیئرمین تھے۔ اس سیمینار میں سید کمال الدین عینی اور متعدد مقامی اہل علم نے اپنے مقالات پیش کئے۔ تاجکی زبان فارسی کا ہی تاجکستان میں دوسرا نام ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے بتایا کہ کلیات اقبال بڑا مقبول ہے کلیات اقبال اردو اور کلیات اقبال فارسی دونوں روسی رسم الخط میں منتقل ہو چکے ہیں جو تاجکستان میں بڑے مقبول ہیں ایران کے تاجکستان میں سفیر آقائے موسوی، کمال الدین عینی اور متعدد دوسرے اہل علم سے بھی ڈاکٹر وحید قریشی نے ملاقاتیں کیں اور اقبال کے سلسلے میں ہونے والی بعض دوسری نشستوں میں بھی شرکت کی۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے بتایا کہ تاجکستان میں 25 ہزار کے قریب روسی فوج موجود ہے دو شنبہ کا انتہائی خوبصورت شہر بربادی کا منظر پیش کرتا ہے، بجلی اور ہیٹنگ کا نظام بہت خراب ہے اور شام چھ بجے ہی کرفیو کا نفاذ ہو جاتا ہے جس سے کاروبار زندگی معطل نظر آتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ پاکستانی سفارت کار وہاں بہت متحرک ہیں۔ اور وہ اقبال کے ذریعے مقامی لوگوں میں پاکستان کی محبت اور ذوق پیدا کرنے میں بہت کامیاب ہوئے ہیں۔

دوسرا علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ایوارڈ
غلام قاسم مجاہد بلوچ کو دیا گیا

غلام قاسم مجاہد بلوچ اردو، فارسی، انگریزی اور بلوچی زبان و ادب کے ماہر اقبالیات ہیں۔ اس وقت گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول (انٹر کالج) یارو کھوسہ میں بحیثیت سینئر سبجیکٹ سپیشلسٹ اردو تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ کے تحقیقی مقالات علاقائی اور ملکی اخبارات و مجلوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

آپ نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے 1996ء میں ایم۔ فل اقبالیات کیا۔ آپ کے تحقیقی مقالے کا موضوع:

"بلوچی ادب پر اقبال کے اثرات" ہے۔ آپ کے ایم۔ فل کے تحقیقی مقالے کو دوسرے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ایوارڈ کا حق دار قرار دیا گیا ہے۔ ایوارڈ کی رقم بیس ہزار روپے نقد اور یونیورسٹی کی شیلڈ انھیں دی گئی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

All rights reserved. ©2002-2006

شعبہ اقبالیات میں تقسیم ایوارڈ کی تقریب

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد میں دوسرے علامہ اقبال ایوارڈ برائے 1996ء کی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں غلام قاسم مجاہد بلوچ کو ایوارڈ دیا گیا اس تقریب سے چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل ڈاکٹر شیر محمد زمان، وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ڈاکٹر انوار حسین صدیقی، ڈین کلیہ سماجی و انسانی علوم پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی، چیئرمین شعبہ اقبالیات ڈاکٹر رحیم بخش شاہین اور نامور اقبال شناس، محقق اور نیپا پشاور کے سربراہ جناب عبداللہ نے خطاب کیا اور خطبہ الہ آباد کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ زمان جو اس تقریب کے مہمان خصوصی اور سابق وائس چانسلر ہیں نے یونیورسٹی کے قیام کے سلسلے میں جنرل محمد ضیا الحق کی خدمات کو سراہا۔ مہمان خصوصی نے بیس ہزار روپے نقد اور یونیورسٹی شیلڈ غلام قاسم مجاہد کو عطا کی اور ان کے مقالہ کی تحسین کی۔

★ ★ ★ ★ ★

Iqbal.WWW Cyber Library.Net All rights reserved. ©2002-2006